قرآن
کی
معاشی تعلیمات

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

فہرست مضامین

قرآن کی معاشی تعلیمات	۵
۱۔ بنیادی حقائق	۵
۲۔ جائز و ناجائز کے حدود مقرر کرنا اللہ ہی کا حق ہے	۷
۳۔ حدود اللہ کے اندر شخصی ملکیت کا اثبات	۸
۴۔ معاشی مساوات کا غیر فطری تخیل	۱۴
۵۔ رہبانیت کے بجائے اعتدال اور پابندی حدود	۱۸
۶۔ کسبِ مال میں حلال و حرام کا امتیاز	۱۹
۷۔ کسبِ مال کے حرام طریقے	۲۰
۸۔ بُخل اور اِکتناز کی ممانعت	۲۶
۹۔ زر پرستی اور حرصِ مال کی مذمت	۲۷
۱۰۔ بے جا خرچ کی مذمت	۲۸
۱۱۔ دولت خرچ کرنے کے صحیح طریقے	۳۰
۱۲۔ مالی کفّارے	۳۴
۱۳۔ انفاق کے مقبول ہونے کی لازمی شرائط	۳۵

۱۴ - انفاق فی سبیل اللہ کی اصل حیثیت ۳۷
۱۵ - لازمی زکوٰۃ اور اس کی شرح ۴۱
۱۶ - اموالِ غنیمت کا خُمس ۴۳
۱۷ - مصارفِ زکوٰۃ ۴۴
۱۸ - تقسیمِ میراث کا قانون ۴۶
۱۹ - وصیّت کا قاعدہ ۴۸
۲۰ - نادان لوگوں کے مفاد کی حفاظت ۵۰
۲۱ - سرکاری املاک میں اجتماعی مفاد کا لحاظ ۵۱
۲۲ - ٹیکس عائد کرنے کے متعلق اسلام کا اصولی ضابطہ ۵۲
اسلامی نظامِ معیشت کی خصوصیات ۵۲

قرآن کی معاشی تعلیمات

۱۔ بُنیادی حقائق

انسانی معیشت کے بارے میں اوّلین بنیادی حقیقت، جسے قرآن مجید بار بار زور دے کر بیان کرتا ہے، یہ ہے کہ تمام وہ ذرائع و وسائل جن پر انسان کی معاش کا انحصار ہے، اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ اسی نے ان کو اس طرح بنایا اور ایسے قوانینِ فطرت پر قائم کیا ہے کہ وہ انسان کے لئے نافع ہو رہے ہیں۔ اور اسی نے انسان کو ان سے انتفاع کا موقع دیا اور ان پر تصرف کا اختیار بخشا ہے:

"هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ۝ (الملک: ۱۵)

"وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو رام کر دیا، پس چلو اُس (زمین) کی پہنائیوں میں اور کھاؤ اُس (خدا) کا رزق اور اسی کی طرف تمہیں دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے"۔

"وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ ۝ (الرعد: ۳)

"اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ بنائے، دریا جاری کئے اور ہر طرح کے پھلوں کی دو دو قسمیں پیدا کیں"۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (البقرہ: ۲۹)

"وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے"۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ج وَسَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْهٰرَ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ج وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ۚ وَاٰتٰىکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ط وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ط (ابراہیم: ۳۲ تا ۳۴)

"اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے تمہارے رزق کے لئے پھل نکالے، اور تمہارے لئے کشتی کو مسخّر کیا تاکہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے، اور تمہارے لئے دریاؤں کو مسخر کیا اور سورج اور چاند کو تمہارے مفاد میں ایک دستور پر قائم کیا کہ پیہم گردش کر رہے ہیں، اور دن اور رات کو تمہارے مفاد میں ایک قانون کا پابند کیا، اور وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا[1] اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے"۔

وَلَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ ط

(الاعراف: ۱۰)

---

[1] "یعنی جس کی تمہیں احتیاج تھی اور جس کو تم نے زبانِ حال سے مانگا، خواہ زبان قال سے مانگا ہو یا نہ مانگا ہو"۔ بیضاوی "انوار التنزیل" ج ۳ ص ۱۶۱، مصطفیٰ البابی، مصر، ۱۳۳۰ھ (۱۹۱۲ء)

"ہم نے زمین میں تم کو اقتدار بخشا اور تمہارے لئے اس میں زندگی کے ذرائع فراہم کیے"۔

"اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝"

(الواقعہ: ۶۳-۶۴)

"کیا تم نے غور کیا، یہ کھیتیاں جو تم بوتے ہو انہیں تم اگاتے ہو یا اُن کے اُگانے والے ہم ہیں؟"

۲- جائز وناجائز کے حدود مقرر کرنا اللہ ہی کا حق ہے

اسی بنیاد پر قرآن یہ اصول قائم کرتا ہے کہ انسان ان ذرائع کے اکتساب اور استعمال کے معاملے میں نہ تو آزاد ہونے کا حق رکھتا ہے اور نہ اپنی مرضی سے خود حرام و حلال اور جائز وناجائز کے حدود وضع کر لینے کا مجاز ہے۔ بلکہ یہ حق خدا کا ہے کہ اس کے لئے حدود مقرر کرے۔ وہ عرب کی ایک قدیم قوم، مدین کی اس بات پر مذمت کرتا ہے کہ وہ لوگ کمائی اور خرچ کے معاملہ میں غیر محدود حقِ تصرف کے مدعی تھے:

"قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا" (ہود: ۸۷)

"انہوں نے کہا، اے شعیب کیا تیری نماز تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے اُن معبودوں کو چھوڑ دیں جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے یا ہم اپنے اموال میں اپنی مرضی سے جو کچھ کرنا چاہیں وہ نہ کر سکیں؟"

وہ اس بات کو "جھوٹ" قرار دیتا ہے کہ آدمی خود کسی چیز کو حرام اور کسی کو حلال کہے:

"وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ

هٰذَا حَرَامٌ ۔ (النحل : ۱۱۶)

"اور اپنی زبانوں سے یہ جھوٹے احکام نہ لگاؤ کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام"۔[۱]

وہ اس اختیار کو اللہ اور (اس کے نائب کی حیثیت سے) اس کے رسولؐ کے لئے خاص کرتا ہے :

"یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ (الاعراف : ۱۵۷)

"وہ (رسولؐ) ان کو بھلائی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے، پاک چیزیں ان کے لئے حلال اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتا ہے، اور وہ بوجھ اور بندشیں ان پر سے اتارتا ہے جن سے وہ لدے اور جکڑے ہوئے تھے"۔

۳ - حدود اللہ کے اندر شخصی ملکیّت کا اثبات

اللہ تعالیٰ کی بالاتر ملکیّت کے ماتحت اور اس کی عائد کردہ حدود کے اندر قرآن شخصی ملکیّت کا اثبات کرتا ہے :

---

[۱] "اس آیت میں بتاکید اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ لوگ محض اپنے خیالات اور خواہشات کی بنا پر حلال اور حرام کا فیصلہ کریں"۔ بیضاوی، ج ۳، ص ۱۹۳ -

"اس آیت کا ماحصل یہ ہے جیسا کہ عسکری نے بیان کیا ہے کہ جس چیز کے حلال یا حرام ہونے کا حکم تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ سے نہ پہنچے اسے حلال یا حرام نہ کہو ورنہ تم اللہ پر جھوٹ باندھنے والے ہو گے، کیونکہ حلّت اور حرمت کا مدار اللہ کے حکم کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے"۔ آلوسی، روح المعانی، ج ۱۴، ص ۲۲۶، ادارۃ الطباعۃ المنیر، مصر، ۱۳۴۵ھ

لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (النساء: ۲۹)

"ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ اِلّا یہ کہ تمہارے درمیان تجارت ہو آپس کی رضامندی سے"۔

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ط (البقرہ: ۲۷۵)

"اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا"۔

وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ج (البقرہ: ۲۷۹)

"اور اگر تم سود لینے سے توبہ کر لو تو تمہیں اپنے راس المال واپس لینے کا حق ہے"۔

اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ط (البقرہ: ۲۸۲)

"جب آپس میں کسی مقرر مدّت کے لئے قرض کا معاملہ کرو تو اس کی دستاویز لکھ لو"۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ط (البقرۃ: ۲۸۳)

"اور اگر تم سفر میں ہو اور (قرض کی دستاویز لکھنے کے لئے) کاتب نہ پاؤ تو رہن بالقبض رکھو"۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۔ (النساء: ۷)

"مردوں کے لئے اس مال میں سے حصّہ ہے جو والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لئے اس مال میں سے حصّہ ہے جو والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو"۔

لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا (النور: ۲۷)

"اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو۔"

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝ (یٰسٓ: ۷۱)

"کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم نے ان کے لئے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے مویشی پیدا کئے اور یہ ان کے مالک ہیں۔"

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (المائدہ: ۳۸)

"اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔"

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (الانعام: ۱۴۱)

"اور فصل کاٹنے کے دن (زمین کی پیداوار میں سے) خدا کا حق ادا کرو۔"

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً (التوبہ: ۱۰۳)

"اے نبیؐ! ان کے اموال میں سے زکوٰۃ وصول کرو۔"

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ .... وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ (النساء: ۲)

"اور یتیموں کا مال ان کے حوالہ کرو ...... اور ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھا جاؤ۔"

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ (النساء: ۲۴)

"اور ان (حرام عورتوں) کے سوا (باقی عورتوں کے معاملہ میں) یہ بات تمہارے لئے حلال کر دی گئی کہ تم انہیں اپنے اموال کے بدلے حاصل کرو نکاح کرنے

والے بن کر، نہ کہ ناجائز تعلقات رکھنے والے بن کر۔"

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ (النساء: ۴)

"اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو۔"

وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ (النساء: ۲۰)

"اور اگر تم نے کسی عورت کو (نکاح کے وقت) ڈھیر سا مال بھی دیا ہو تو (طلاق دیتے وقت) اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔"

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ (البقرہ: ۲۶۱)

"جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے تو اس سے سات بالیں نکلیں۔"

وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ (الصف: ۱۱)

"اور یہ کہ تم اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔"

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (الذاریات: ۱۹)

"اور ان کے مال میں حق ہے سائل (مدد مانگنے والے) اور محروم کے لئے۔"

مذکورہ بالا احکام و ہدایات میں سے کسی کا تصور بھی شخصی ملکیت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن لازماً ایک ایسی معیشت کا نقشہ پیش کرتا ہے جو اپنے تمام گوشوں میں افراد کے حقوقِ مالکانہ پر مبنی ہے۔ اس میں کہیں اس تصور کا شائبہ تک نہیں ملتا کہ اشیائے صرف
اور وسائل پیداوار
میں فرق کر کے صرف مقدم الذکر تک شخصی ملکیت کو محدود رکھا جائے اور موخر الذکر کو اجتماعی ملکیت بنا دیا جائے۔ اسی طرح اس میں محنت سے کمائی ہوئی دولت
اور بلا محنت کمائی ہوئی دولت

کے درمیان بھی کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ مثلاً یہ ظاہر بات ہے کہ جو شخص ماں، باپ، اولاد بیوی، شوہر یا بھائی بہن سے کوئی میراث پاتا ہے وہ اس کی محنت سے کمائی ہوئی دولت نہیں ہے، اور جسے زکوٰۃ دی جاتی ہے اس کے لئے بھی وہ اس کی محنت کی کمائی نہیں ہے۔ مزید برآں معیشت کے اس نقشے میں یہ تصوّر بھی کہیں نہیں پایا جاتا کہ یہ صرف ایک عارضی مرحلے کی حیثیت رکھتا ہے اور اصل مقصود کوئی ایسی منزل ہے جہاں شخصی ملکیت ختم کر کے اجتماعی ملکیت کا نظام قائم کر دیا جائے۔ اگر اس چیز کو قرآن میں مقصد اصلی کا مرتبہ حاصل ہوتا تو وہ صاف صاف اپنے اس مقصد کو بیان کرتا اور اس نظام کے متعلق احکام و ہدایات دیتا۔ محض یہ بات کہ قرآن نے ایک جگہ "اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ (زمین خدا کی ہے، الاعراف: ۱۲۸) کہا ہے، یہ نتیجہ نکالنے کے لئے کافی نہیں ہے کہ اس سے زمین کی انفرادی ملکیت کا ابطال اور قومی ملکیّت کا اثبات مقصود ہے۔ قرآن تو یہ بھی کہتا ہے کہ" لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط (آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اللہ کا ہے، البقرہ: ۲۸۴)۔ اس سے نہ یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی افراد کی ملکیت نہ ہو، اور نہ یہی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ یہ چیزیں قوم کی ملکیت ہوں۔ خدا کی مالکیّت اگر انسانی ملکیّت کی نفی کرتی ہے تو پھر افراد اور اقوام سب ہی کی ملکیّت کی نفی کر دیتی ہے۔ سورۂ حٰمٓ السجدہ کی آیت ۱۰ وَقَدَّرَ فِیْهَآ اَقْوَاتَهَا فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ط سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ۝) سے بھی یہ استدلال درست نہیں ہے کہ" زمین کے وسائلِ غذا کو قرآن سب انسانوں میں برابری کے ساتھ تقسیم کرنا چاہتا ہے، اور یہ مساوات اجتماعی ملکیت کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی، اس لئے قرآن کا مقصود یہی نظام قائم کرنا ہے"۔ بالفرض اگر اس آیت کا ترجمہ یہ مان بھی لیا جائے کہ" خدا نے زمین میں اس کے وسائلِ خوراک چار دن کے اندر ایک اندازے سے رکھ دیے سب مانگنے

والوں کے لئے برابر برابر[1]"۔ تب بھی "مانگنے والوں" سے مراد محض انسان لے لینا درست نہ ہوگا۔ مانگنے والے تو انسانوں کے علاوہ تمام انواعِ حیوانات بھی ہیں جن کے وسائلِ خوراک خدا نے اسی زمین میں رکھے ہیں۔ اگر اس آیت کی رُو سے سب مانگنے والوں کا حصّہ مساوی ہے تو یہ برابری کا استحقاق محض انسانوں کے لیے مخصوص ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن کی اُن آیات سے بھی، جن میں معاشرے کے کمزور افراد کی رزق رسانی پر زور دیا گیا ہے، یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اس مقصد کے لئے اجتماعی ملکیّت کا نظام قائم کرنا چاہتا ہے۔ قرآن جہاں کہیں بھی اس ضرورت کا ذکر کرتا ہے وہاں لازمًا اسے پورا کرنے کی ایک ہی صورت بیان کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ معاشرے کے خوشحال افراد اپنے غریب رشتہ داروں اور یتامیٰ مساکین اور دوسرے محروم یا تنگ حال لوگوں پر محض خدا کی خوشنودی کے لئے خود بھی اپنے مال فراخدلی کے ساتھ خرچ کریں اور ریاست بھی ان کے اموال سے ایک مقرر حصّہ وصول کرکے اس کام میں صرف کرے۔ اس غرض کے لئے اس عملی صورت کے سوا کسی دوسری صورت کا کوئی تخیّل قرآن میں قطعًا نہیں پایا جاتا۔

اس میں شک نہیں کہ کسی خاص چیز کو نجی انتظام کے بجائے اجتماعی انتظام میں لینے

۱۔ یہ ترجمہ بجائے خود صحیح نہیں ہے۔ اصل الفاظ ہیں "فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ"۔ اس میں لفظ سَوَآءً کا تعلق زمخشری، بیضاوی، رازی، آلوسی اور دوسرے مفسرین نے ایام سے مانا ہے اور مفہوم یہ قرار دیا ہے کہ "پورے چار دنوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ کام کیا"۔ للسائلین کے ساتھ سواءً کا تعلق جن مفسرین نے مانا ہے وہ اس کا مطلب لیتے ہیں "سب مانگنے والوں کے لئے مہیا کئے ہوئے" یا "سب مانگنے والوں کی مانگ کے مطابق"۔ مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد چہارم، تفسیر سورۂ حٰم السجدہ، حاشیہ نمبر ۱۲۔

کی اگر ضرورت محسوس ہو تو ایسا کرنے میں قرآن کا کوئی حکم مانع بھی نہیں ہے لیکن شخصی ملکیت کی کلّی نفی، اور اجتماعی ملکیّت کے نظریے کو بطور ایک فلسفے اور نظام کے اختیار کرنا انسانی معیشت کے بارے میں قرآن کی اسکیم کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔ اور قرآن انسانی معاشرے کے لیے جو سیاسی نظام تجویز کرتا ہے اس کی رُو سے یہ فیصلہ کرنا بھی کسی پارٹی کا کام نہیں کہ کس چیز کو نجی ملکیّت کے بجائے اجتماعی ملکیّت میں لینے کی ضرورت ہے، بلکہ اس کا فیصلہ معاشرے کی آزاد مرضی سے منتخب نمائندوں کی ایک مجلسِ شوریٰ ہی کر سکتی ہے[1]۔

۴۔ معاشی مساوات کا غیر فطری تخیّل

قرآن اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت کے ایک پہلو کی حیثیت سے پیش کرتا ہے کہ دوسری تمام چیزوں کی طرح انسانوں کے درمیان رزق اور وسائلِ زندگی میں بھی مساوات نہیں ہے۔ مختلف تمدنی نظاموں کی مصنوعی بے اعتدالیوں سے قطع نظر جہاں تک بجائے خود اس فطری عدمِ مساوات کا تعلق ہے، اسے قرآن اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا اور اس کی تقسیم و تقدیر کا نتیجہ قرار دیتا ہے اور اس کی پوری اسکیم میں کہیں اس تخیل کا نشان نہیں ملتا کہ اس عدمِ مساوات کو مٹا کر کوئی ایسا نظام قائم کرنا مطلوب ہے جس میں سب انسانوں کو ذرائع معاش برابر ملیں۔

"وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَٰٓئِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ آتَىٰكُمْ ط" (الانعام: ۱۶۵)

"اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو زمین کے خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو

۱۔ قرآن کے تجویز کردہ سیاسی نظام کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب "خلافت و ملوکیت" کا پہلا باب۔

بعض کے اوپر بلند درجے دیے تاکہ جو کچھ بھی تم لوگوں کو اس نے دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔"

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۲۱)

"دیکھو، کس طرح ہم نے بعض لوگوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور آخرت تو درجات کے فرق اور تفضیل میں اور بھی زیادہ ہے۔"

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ (الزخرف: ۳۲)

"کیا تیرے رب کی رحمت (یعنی نبوّت) یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کے درمیان ان کی معیشت تقسیم کی ہے اور ان میں سے بعض کو بعض پر بلند درجے دیے ہیں تاکہ ان میں سے کچھ لوگ کچھ دوسرے لوگوں سے کام لیں۔ اور تیرے رب کی رحمت (یعنی نبوّت) تو اس مال و دولت سے بھی بہتر ہے جو یہ لوگ جمع کرتے ہیں[1]۔"

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۳۰)

"درحقیقت تیرا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے اور ان پر نظر رکھتا ہے۔"

---

۱ - یہ بات اس سیاق و سباق میں فرمائی گئی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کہتے تھے کہ مکّہ اور طائف کے کسی بڑے سردار کو پیغمبر کیوں نہ بنایا گیا، خدا کو پیغمبر ہی بھیجنا تھا تو اس کے لئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے انتخاب کی کیا وجہ ہو سکتی تھی۔ (قرآن - الزخرف: ۳۱)

لَهٗ مَقَالِيۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ۚ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ‌ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ۝ (الشوریٰ:۱۲)

"آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے قبضے میں ہیں، جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا دیتا ہے، وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔"

قُلۡ اِنَّ رَبِّىۡ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَيَقۡدِرُ لَهٗ‌ؕ (سبا:۳۹)

"اے نبیؐ، کہو کہ میرا ربّ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے نپا تُلا دیتا ہے۔"

قرآن ہدایت کرتا ہے کہ لوگوں کو یہ فطری عدمِ مساوات ٹھنڈے دل سے قبول کرنی چاہیے اور دوسروں کو جو فضیلت خدا نے بخشی ہو اس پر رشک و حسد نہ کرنا چاہئے۔

وَلَا تَتَمَنَّوۡا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعۡضَكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ‌ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا اكۡتَسَبُوۡا‌ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا اكۡتَسَبۡنَ‌ؕ وَسۡـئَلُوا اللّٰهَ مِنۡ فَضۡلِهٖ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ۝ (النساء: ۳۲)

"اور تمنا نہ کرو اس فضیلت کی جو اللہ نے تم میں سے کسی کو کسی پر عطا کی ہو، مَردوں کے لئے حصّہ ہے ان کی کمائی میں سے اور عورتوں کے لئے حصّہ ہے ان کی کمائی میں سے۔ البتہ اللہ سے اس کا فضل مانگو، یقیناً اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔"

دو آیتیں جن سے آج کل کچھ لوگ یہ نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ قرآن لوگوں کے درمیان رزق میں مساوات چاہتا ہے، حسبِ ذیل ہیں:

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعۡضَكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ فِى الرِّزۡقِ‌ۚ فَمَا الَّذِيۡنَ فُضِّلُوۡا بِرَآدِّىۡ رِزۡقِهِمۡ عَلٰى مَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ فَهُمۡ فِيۡهِ سَوَآءٌ‌ؕ اَفَبِنِعۡمَةِ اللّٰهِ يَجۡحَدُوۡنَ ۝ (النحل: ۷۱)

۵۔ رہبانیت کے بجائے اِعتدال اور پابندیٔ حدود

قرآن اس حقیقت کو بھی بار بار زور دے کر بیان کرتا ہے کہ خدا نے دنیا میں اپنی نعمتیں اسی لئے پیدا کی ہیں کہ اس کے بندے ان سے متمتع ہوں خدا کا منشا یہ ہرگز نہیں ہے اور نہیں ہو سکتا کہ انسان ان نعمتوں سے اجتناب کر کے رہبانیت اختیار کر لے۔ البتہ جو کچھ وہ چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ پاک اور ناپاک میں امتیاز کیا جائے، جائز اور ناجائز طریقوں میں فرق کیا جائے، تمتع اور انتفاع صرف حلال و طیّب تک محدود رہے، اور اس میں بھی حدِّ اعتدال سے تجاوز نہ ہو:

"هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا" (البقرہ: ۲۹)

"وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے"۔

"قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ" (الاعراف: ۳۲)

"اے نبیؐ! ان سے پوچھو، کس نے حرام کر دیا اللہ کی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی ہے اور رزق کی عمدہ چیزوں کو"۔

"وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ" (المائدہ: ۸۸)

"اور کھاؤ ان چیزوں میں سے جو اللہ نے تم کو بخشی ہیں حلال اور پاکیزہ اور بچے رہو اس خدا کی ناراضی سے جس پر تم ایمان لائے ہو"۔

---

(۴) ابطال اور توحید کا اثبات ہے دونوں مقامات کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد دوم صفحات ۵۵۴ تا ۵۵۸۔ جلد سوم، صفحات ۴۲۷ تا ۵۶۱۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ (البقرہ: ۱۶۸)

"لوگو، کھاؤ جو کچھ زمین میں ہے حلال اور پاک، اور شیطان کے طریقوں کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھُلا دشمن ہے۔"

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ج اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ○ (الاعراف:۳۱)

"کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ گزرو، اللہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ج (الحدید: ۲۷)

"اور رہبانیت انہوں نے (یعنی عیسیٰ ابن مریم کے پیرؤوں نے) خود ایجاد کرلی۔ ہم نے وہ ان پر نہیں لکھی تھی، مگر صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش (ان پر لازم کی تھی)، پس انہوں نے اس کا لحاظ نہ کیا جیسا کہ اس کا حق تھا۔"

۶۔ کسبِ مال میں حرام و حلال کا امتیاز

اس غرض کے لئے قرآن یہ پابندی عائد کرتا ہے کہ دولت صرف حلال طریقوں سے حاصل کی جائے اور حرام طریقوں سے اجتناب کیا جائے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ قف وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○ (النساء: ۲۹)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل

طریقوں سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری آپس کی رضامندی سے[۱]۔ اور اپنے آپ کو (یا ایک دوسرے کو) ہلاک نہ کرو، اللہ تمہارے اوپر رحیم ہے"۔

۷۔ کسبِ مال کے حرام طریقے

باطل طریقوں کی پوری تفصیل تو احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور قانونِ اسلامی کی کتابوں میں فقہاء نے بیان کی ہے۔ لیکن ان میں سے بعض جن کی صراحت قرآن میں کی گئی ہے، یہ ہیں:

(الف) "وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ" (البقرہ: ۱۸۸)

"اور آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ اور نہ اُن کو حکام کے سامنے پیش کرو تاکہ کھا جاؤ جانتے بوجھتے لوگوں کے مال گناہ کے ساتھ[۲]"۔

(ب) "فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ

---

[۱] تجارت سے مراد ہے اشیاء اور خدمات کا تبادلہ بالعوض (الجصاص، احکام القرآن، ج ۲، ص ۲۱۰ مطبعۃ البہیۃ، مصر، ۱۳۴۷ھ۔ ابن العربی، احکام القرآن، ج ۱، ص ۱۷۰، مطبعۃ السعادہ، مصر، ۱۳۳۱ھ) آپس کی رضامندی کی شرط خود بخود یہ ظاہر کرتی ہے کہ اس تبادلہ میں کسی نوعیت کا دباؤ نہ ہو، اور نہ کوئی دھوکا یا ایسی چال ہو جو اگر دوسرے فریق کے علم میں آجائے تو وہ اس پر راضی نہ ہو۔

[۲] حکام کے سامنے پیش کرنے سے مراد دوسرے کے مال کی ملکیت کا جھوٹا دعویٰ لے کر حاکموں کے پاس جانا بھی ہے، اور حکام کو رشوت دے کر دوسرے کی ملکیت پر غاصبانہ قبضہ کرنا بھی۔ (آلوسی، روح المعانی، ج ۲، ص ۶۰)۔

أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهُ ط (البقرہ : ۲۸۳)

"پس اگر تم میں سے ایک شخص دوسرے پر اعتماد کر کے کوئی امانت اس کے سپرد کرے تو جس پر اعتماد کیا گیا ہے اسے امانت ادا کرنی چاہیئے اور اللہ اپنے رب کے غضب سے ڈرنا چاہیئے۔"

(ج) وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ج ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (آل عمران: ۱۶۱)

"اور جو کوئی غلول (پبلک کے مال میں خیانت) کرے وہ اپنے خیانت کئے ہوئے مال سمیت قیامت کے روز حاضر ہوگا اور ہر ایک کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ ملے گا۔"

(د) وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا. (المائدہ: ۳۸)

"چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔"

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا.... (المائدہ: ۳۳)

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں[۱] ان کی جزا تو یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا صلیب دئے جائیں...."

(ہ) اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ○ (النساء: ۱۰)

"جو لوگ یتیموں کے مال ظلم کے ساتھ کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب وہ جہنم کی آگ میں جلیں گے۔"

---

[۱] - اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ڈاکے اور رہزنی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ (الجصاص، ج ۲، ص ۴۹۴)

(و) وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ إِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَإِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ (المطففین: ۱ تا ۳)

"تباہی ہے ان کم تولنے والوں کے لئے جو دوسروں سے لیتے ہیں تو پورا پیمانہ بھر کے لیتے ہیں اور جب دوسروں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں کم دیتے ہیں۔"

(ز) إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ أَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ لا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ط (النور: ۱۹)

"جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں فحش کی اشاعت ہو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک سزا ہے۔"

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ..... أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

(لقمان: ۶)

"اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو خرید تا ہے کلام دلفریب تا کہ اللہ کی راہ سے بھٹکا دے ...... ایسے لوگوں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب[1] ہے۔"

(ح) وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ط (النور: ۳۳)

"اپنی لونڈیوں کو قحبہ گری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ بچنا چاہتی ہوں، محض اس

---

[1] اس آیت میں کلام دلفریب سے مراد گانا بجانا اور ہر وہ لہو و لعب ہے جو راہِ خدا سے بھٹکانے والا ہو۔ (ابنِ جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ج ۲۱، ص ۳۹ تا ۴۱ — مطبعۃ الامیریہ، مصر، ۱۳۲۸ھ)۔

لئے کہ تم دنیوی زندگی کے فائدے حاصل کرنا چاہتے ہو"[1]۔

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا"

(بنی اسرائیل : ۳۲)

"اور زنا کے قریب نہ پھٹکو، یہ بے حیائی اور بُرا چلن ہے"۔

"اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ" (النور : ۲)

"زانی مرد اور زانیہ عورت دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو"[2]۔

(ط) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ"۔ (المائدہ : ۹۰)

۱۔ اس آیت کا اصل مقصد قحبہ گری کے پیشے کا انسداد ہے۔ لونڈیوں کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ قدیم زمانے میں اہلِ عرب کے ہاں قحبہ گری کا سارا کاروبار لونڈیوں کے ذریعہ سے چلتا تھا۔ لوگ اپنی جوان اور خوبصورت لونڈیوں کو چکلے میں بٹھا دیتے تھے اور ان کی کمائی کھاتے تھے ــــــ (ابنِ جریر، ج ۱۸، ص ۵۵ تا ۵۸ ـ ۱۰۳ ـ ۱۰۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۳، ص ۸۹۔ ۲۸۸ ـ مطبعہ مصطفےٰ محمد، مصر، ۱۹۴۷ء ـ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ج ۲، ص ۷۶۲، دائرۃ المعارف حیدر آباد، ۱۳۲۷ھ)

۲۔ زنا کو جرم قرار دینے کے ساتھ ہی اسلام میں زنا کے ذریعہ سے حاصل ہونے والی آمدنی کو بھی حرام کر دیا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بدترین کمائی قرار دیا۔ بخاری، کتاب ۳۴، باب ۱۱۳۔ کتاب ۳۷، باب ۲۰۔ کتاب ۶۸، باب ۵۰۔ کتاب ۷۶، باب ۴۶۔ کتاب ۷۷، باب ۹۶۔
مسلم، کتاب ۲۲، حدیث نمبر ۳۹۔ ۴۱ ـــ ابو داؤد، کتاب ۲۲، باب ۳۹۔ ۴۱
ترمذی، کتاب ۹، باب ۳۷۔ کتاب ۱۲، باب ۴۶۔ کتاب ۲۶، باب ۲۳۔
نسائی، کتاب ۴۲، باب ۵۔ کتاب ۴۴، باب ۹۰ ـــ ابنِ ماجہ، کتاب ۱۲، باب ۹۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، شراب اور جُوا اور بُت اور فال کے تیر (یا پانسے) تو گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو[۱]"۔

(ی) وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ط (البقرہ: ۲۷۵)

"اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا[۲]"۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ج وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ ج لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○ وَاِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ ط وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

(البقرہ: ۲۷۸ تا ۲۸۰)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور جو سود وصول طلب رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ لیکن اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور رسولؐ کی طرف سے اعلانِ جنگ قبول کرو۔ اور اگر توبہ کر لو تو تمہیں اپنے اصل مال واپس لینے کا حق ہے۔ نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ اور اگر تمہارا قرضدار

---

[۱] تمام وہ چیزیں جو قرآن میں حرام کی گئی ہیں ان کی صنعت و تجارت بھی ممنوع ہے۔ کیونکہ تحریم تمام طریقوں سے انتفاع کے ممنوع ہونے کی مقتضی ہے۔ (الجصاص، ج ۲، ص ۲۱۲)

[۲] اس سے معلوم ہوا کہ بیع کی صورت میں اصل رأس المال پر جو منافع کسی شخص کو حاصل ہو (یا شرکت فی البیع کی صورت میں حصہ رسدی کے مطابق جو منافع شرکا میں تقسیم ہو) وہ حلال ہے۔ لیکن قرض کے معاملہ میں اصل سے زائد اگر کوئی چیز قرض خواہ قرض دار سے وصول کرے تو وہ حرام ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ تجارتی منافع کی طرح جائز منافع قرار نہیں دیتا۔

تنگ دست ہو تو اس کی آسودگی تک اسے مہلت دو۔ اور اگر معاف کر دو تو یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔[1]

اس طرح قرآن نے حصولِ دولت کے جن طریقوں کو ممنوع ٹھہرایا ہے وہ مختصراً یہ ہیں:

(۱) دوسرے کا مال اس کی رضا کے بغیر اور بلا عوض لینا، یا بالعوض اور برضا یا بلا عوض اور برضا اس طرح لینا کہ رضامندی کسی دباؤ یا دھوکے کا نتیجہ ہو، (۲) رشوت، (۳) غصب، (۴) خیانت، خواہ وہ افراد کے مال میں ہو یا پبلک کے مال میں، (۵) چوری اور ڈاکہ، (۶) مالِ یتیم میں بے جا تصرف، (۷) ناپ تول میں کمی بیشی، (۸) فحش پھیلانے والے ذرائع کا کاروبار، (۹) گانے بجانے کا پیشہ، (۱۰) قحبہ گری اور زنا کی آمدنی (۱۱) شراب کی صنعت اور اس کی بیع اور اس کا حمل و نقل، (۱۲) جُوا اور تمام وہ طریقے جن سے کچھ لوگوں کا مال کچھ دوسرے لوگوں کی طرف منتقل ہونا محض بخت و اتفاق پر مبنی ہو، (۱۳) بُت گری، بُت فروشی اور بُت خانوں کی خدمات، (۱۴) قسمت بتانے اور فال گیری وغیرہ کا کاروبار، (۱۵) سُود، خواہ اس کی شرح کم ہو یا زیادہ اور خواہ وہ شخصی ضروریات کے قرضوں پر ہو یا تجارتی و صنعتی اور زراعتی ضروریات

---

[1] آیت کے الفاظ سے یہ بات خود ظاہر ہوتی ہے کہ یہ حکم قرض کے معاملہ سے تعلق رکھتا ہے اور اس طرح کے کسی معاملہ میں اصل سے زائد اگر کوئی چیز قرض خواہ اپنے قرض دار سے لینے کی شرط کرے تو یہ ربوٰ ہے۔ اس میں نہ شرح کی کمی بیشی سے کوئی فرق پڑتا ہے اور نہ یہ سوال قابلِ لحاظ ہے کہ قرض لینے والا کس غرض کے لئے لے رہا ہے۔ آج کل جو لوگ سُود کی حرمت کو نہ صرف ان قرضوں تک محدود قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں جو کوئی شخص اپنی ذاتی ضروریات کے لیے لے، اور کاروباری قرضوں کے سود یا بینک کے سود کو حلال قرار دیتے ہیں ان کی بات بالکل بے دلیل ہے۔ اس کی دلیل نہ قرآن میں کہیں موجود ہے، نہ حدیث میں، نہ فقہ میں۔

کے قرضوں پر۔

۸۔ بخل اور اکتناز کی ممانعت

دولت حاصل کرنے کے غلط طریقوں کو حرام کرنے کے ساتھ قرآن مجید جائز طریقوں سے حاصل شدہ دولت کو بھی جمع کر کے روک رکھنے کی سخت مذمت کرتا ہے، اور ہمیں بتاتا ہے کہ بخل ایک بہت بڑی برائی ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ نِ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهُ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهُ اَخْلَدَهُ ۝ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝

(الھمزہ: ۱ تا ۴)

"بڑی خرابی ہے ہر اس شخص کے لئے جو عیب چین اور بدگو ہو، جس نے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا، وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس ہمیشہ رہیگا ہرگز نہیں، وہ پھینکا جائے گا توڑ ڈالنے والی آگ میں"۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيمٍ ۝ (التوبۃ: ۳۴)

"اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک سزا کی خبر دے دو"۔

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (التغابن: ۱۶)

"اور جو دل کی تنگی (یا نفس کی بخیلی) سے محفوظ رہے، ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا

مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ (آل عمران : ۱۸۰)

"اور جو لوگ اللہ کے دیے ہوئے فضل کے معاملہ میں بخل سے کام لیتے ہیں وہ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ یہ ان کے لیے اچھا ہے۔ بلکہ یہ ان کے لیے بہت برا ہے۔ جس مال میں انھوں نے بخل کیا ہے اسی کا طوق قیامت کے روز ان کے گلے میں ڈالا جائے گا"۔[۱]

۹۔ زر پرستی اور حرصِ مال کی مذمت

اس کے ساتھ قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ زر پرستی، دولتِ دنیا کی حرص و ہوس اور خوشحالی پر فخر و غرور انسان کی گمراہی اور بالآخر اس کی تباہی کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے:

"اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ (التکاثر : ۱ تا ۳)

"تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹنے کی فکر نے مستغرق کر رکھا ہے قبر میں جانے تک تم اسی فکر میں منہمک رہتے ہو، یہ ہرگز تمہارے لئے نافع نہیں ہے، جلدی ہی تم کو اس کا انجام معلوم ہو جائے گا"۔

"وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ ۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ ۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا

۱۔ قرآن مجید میں اس مضمون کو جگہ جگہ مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو سورۂ محمدؐ، آیت ۳۸۔ الحدید، آیت ۲۴۔ العنکبوت، آیت ۳۴۔ المعارج، آیت ۲۱۔ المدثر، آیت ۴۵۔ الفجر، آیات ۱۵ تا ۲۰۔ اللیل، آیت ۱۱۔ الماعون، آیات ۱، ۲، ۳، ۷۔

نَحۡنُ الۡوٰرِثِیۡنَ ۝ (القصص : ۵۸)

کتنی ہی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا جو اپنی معیشت پر اترائیں، اب دیکھ لو اُن کے گھروں کو، کم ہی کوئی اِن کے بعد ان گھروں میں بسا ہے اور ہم ہی اِن کے وارث ہوئے"۔

" وَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِیۡ قَرۡیَةٍ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَآ اِنَّا بِمَآ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ کٰفِرُوۡنَ ۝ وَقَالُوۡا نَحۡنُ اَکۡثَرُ اَمۡوَالًا وَّاَوۡلَادًا وَّمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِیۡنَ ۝" (السّبا : ۳۴-۳۵)

" ہم نے جس بستی میں بھی کوئی متنبہ کرنے والا بھیجا اس کے دولت مند لوگوں نے اس سے کہا کہ جو پیغامِ رسالت تم لے کر آئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم تم سے زیادہ مال، اولاد رکھتے ہیں اور ہم ہرگز عذاب پانے والے نہیں ہیں"۔

۱۰۔ بے جا خرچ کی مذمّت

دوسری طرف قرآن مجید اس بات کی بھی سخت مذمّت کرتا ہے کہ انسان جائز طریقوں سے حاصل شدہ دولت کو ناجائز کاموں میں اُڑائے، یا اپنے ہی عیش یا لطف و لذّت پر اسے صَرف کرتا چلا جائے اور اپنا معیارِ زندگی زیادہ سے زیادہ بلند کرنے کے سوا اپنی دولت کا کوئی اور مصرف اس کی نگاہ میں نہ ہو:

" وَلَا تُسۡرِفُوۡا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ ۝" (الانعام: ۱۴۱)

" خرچ میں حد سے نہ گزرو، اللہ فضول خرچ لوگوں کو پسند نہیں کرتا"۔

" وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِیۡرًا ۝ اِنَّ الۡمُبَذِّرِیۡنَ کَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّیٰطِیۡنِ ؕ وَکَانَ الشَّیۡطٰنُ لِرَبِّهٖ کَفُوۡرًا ۝" (بنی اسرائیل : ۲۶-۲۷)

"فضول خرچی نہ کرو، فضول خرچ لوگ شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔"

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ٥

(الاعراف: ۳۱)

"کھاؤ اور پیو مگر حد سے نہ گزرو، اللہ حد سے گزر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

قرآن کی نگاہ میں انسان کے لئے صحیح روش یہ ہے کہ وہ اپنی ذات پر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے میں اعتدال سے کام لے۔ اس کے مال پر اس کی اپنی ذات کا اور اس کے متعلقین کا حق ہے جسے ادا کرنے میں اس کو بخل بھی نہ کرنا چاہیئے، لیکن صرف یہی ایک حق نہیں ہے کہ وہ سب کچھ اسی پر لُٹا دے اور کوئی دوسرا حق نہ پہچانے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ٥ (بنی اسرائیل: ۲۹)

"اور اپنا ہاتھ نہ تو اپنی گردن سے باندھ رکھ (کہ کچھ خرچ نہ کرے) اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے کہ ملامت زدہ اور حسرت زدہ بن کر بیٹھا رہ جائے۔"

وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ٥ (الفرقان: ٦٧)

"(اور اللہ کے نیک بندے وہ ہیں) جو خرچ میں نہ اسراف کرتے ہیں نہ بخل، بلکہ ان دونوں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔"

وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ط (القصص: ۷۷)

"جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس کے ذریعہ سے آخرت کے گھر کی بہتری کے لئے کوشش کر اور (اپنا دنیا کا حصہ بھی فراموش نہ کر، اور (خلق خدا کے ساتھ) احسان کر جس طرح خدا نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے، اور (اپنی دولت کے ذریعہ سے) زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش نہ کر۔"

۱۱- دولت خرچ کرنے کے صحیح طریقے

معقول حد کے اندر اپنی ضروریات پر خرچ کرنے کے بعد آدمی کے پاس اس کی حلال طریقوں سے کمائی ہوئی دولت کا جو حصہ بچے اسے خود ان کاموں پر اس کو صرف کرنا چاہیئے:

"وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۭ قُلِ الْعَفْوَ ۭ" (البقرہ: ۲۱۹)

"لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ (راہِ خدا میں) وہ کیا خرچ کریں، کہو جو کچھ تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو۔"

"لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰي حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَـتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّاۗىِٕلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ..."

(البقرہ: ۱۷۷)

"نیکی اس چیز کا نام نہیں ہے کہ تم نے مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرلیا، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی ایمان لائے اللہ پر اور یوم آخر پر اور ملائکہ اور کتاب اور نبیوں پر، اور مال دے اللہ کی محبت میں اپنے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور مدد مانگنے والوں کو اور خرچ کرے

غلامی سے لوگوں کی گردنیں چھڑانے میں۔۔۔۔"

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ (آل عمران : ۹۲)

"تم نیکی کا مقام ہرگز نہ پا سکو گے جب تک کہ خرچ نہ کرو اپنے وہ مال جو تمہیں محبوب ہیں، اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے وہ اللہ کو معلوم ہوگا۔"

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝ نِ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَاۗءَ النَّاسِ (النساء : ۳۶ تا ۳۸)

"اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور نیک سلوک کرو والدین کے ساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ، رشتہ دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور ہم نشیں دوست کے ساتھ، مسافر کے ساتھ اور اُن غلاموں کے ساتھ جو تمہارے قبضے میں ہوں ۔۔۔ درحقیقت اللہ اترانے والوں اور فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، جو خود بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی تلقین کرتے ہیں، اور اس فضل کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے انھیں بخشا ہے۔ ایسے ناشکروں کے لئے ہم نے رسوا کن عذاب مہیّا کر رکھا ہے۔ اور وہ (لوگ بھی اللہ کو ناپسند ہیں) جو اپنے مال دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔"

"لِلْفُقَرَاۗءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُھُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاۗءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُھُمْ بِسِيْمٰھُمْ ۚ لَا يَسْــَٔـلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ" (البقرہ : ۲۷۳)

"(راہِ خدا میں خرچ کے مستحق) وہ تنگ حال لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں ایسے گھر گئے ہیں کہ زمین میں اپنی روزی کمانے کے لئے دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے[1] ناواقف آدمی اِن کی خودداری کی وجہ سے ان کو غنی سمجھتا ہے مگر تم ان کے چہروں سے ان کو پہچان سکتے ہو، وہ پیچھے پڑ کر لوگوں سے نہیں مانگتے جو کچھ مال تم ان پر خرچ کروگے اللہ کو اس کا علم ہوگا"

"وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰي حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَـتِـيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاۗءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝"

(الدہر: ۸-۹)

"(اور نیک لوگ) اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین اور یتیم اور قیدی

---

[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس سے مراد وہ چار سو رضا کار تھے جو عرب کے مختلف حصوں سے اپنے گھر بار چھوڑ کر مدینے آ گئے تھے اور اپنی زندگی انہوں نے اس کام کے لئے وقف کر رکھی تھی کہ تعلیم حاصل کریں اور تبلیغ، تعلیم اور جہاد کی جس مہم پر بھی آنحضرتؐ ان کو جب اور جہاں بھیجنا چاہیں بھیج دیں۔ ان خدمات کے لئے اپنا سارا وقت دے دینے کی وجہ سے وہ اپنی معاش کے لئے دوڑ دھوپ نہ کر سکتے تھے (زمخشری، الکشاف، ج ۱، ص ۱۲۶، المطبعۃ البہیۃ، مصر، ۱۳۴۳ھ)۔ اس طرح اب جو لوگ اپنا سارا وقت تعلیم، تبلیغ اور اجتماعی بھلائی کے دوسرے کاموں کے لئے وقف کر چکے ہوں اور اپنے ذاتی کاروبار کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ پاتے ہوں وہ اس آیت کے مصداق ہوں گے۔

کو اور کہتے ہیں کہ ہم محض اللہ کی خوشنودی کے لئے تمہیں کھلاتے ہیں ، تم سے کسی بدلے یا شکریے کے خواہشمند نہیں ہیں"۔

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝

(المعارج: ۲۴-۲۵)

"(اور دوزخ کی آگ سے محفوظ) وہ لوگ ہیں جن کے مالوں میں ایک طے شدہ حصّہ ہے مدد مانگنے والے اور محروم کے لئے (یعنی انہوں نے اپنے مال میں ان کا باقاعدہ حصّہ مقرر کر رکھا ہے)"۔

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ڰ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ط

(النور: ۳۳)

"اور تمہارے غلاموں میں جو (فدیہ دے کر آزادی حاصل کرنے کا) معاہدہ کرنا چاہیں ان سے معاہدہ کرلو اگر تم ان کے اندر کوئی بھلائی پاتے ہو۔ اور (اس فدیہ کی ادائی کے لئے) ان کو اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے"۔

اس خرچ کو قرآن نہ صرف یہ کہ ایک بنیادی نیکی کہتا ہے بلکہ تاکیداً وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ ایسا نہ کرنے میں معاشرے کی مجموعی ہلاکت ہے :

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (البقرہ: ۱۹۵)

"خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو، اور احسان کرو، اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"۔

۱۲- مالی کفّارے

اس عام اور رضا کارانہ انفاق فی سبیل اللہ کے علاوہ قرآن مجید بعض گناہوں یا کوتاہیوں کی تلافی کے لئے مالی کفّارے بھی مقرر کرتا ہے۔ مثلاً جو شخص قسم کھا کر توڑ دے اس کے لئے حکم ہے کہ:

"فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ۚ" (المائدہ: ۸۹)

"اس کا کفّارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے جیسا اوسط درجہ کا کھانا تم اپنے بال بچّوں کو کھلاتے ہو، یا ان کو کپڑے دینا ہے، یا ایک غلام آزاد کرنا۔ مگر جو ایسا نہ کر سکتا ہو وہ تین دن کے روزے رکھے۔"

اسی طرح جو شخص اپنی بیوی کو ماں بہن سے تشبیہہ دے کر اپنے لئے حرام کر لے پھر اس سے رجوع کرنا چاہے اس کے لئے حکم ہے:

"فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا ۚ ---- فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ------ فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ۚ" (المجادلہ: ۳-۴)

"قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں (شوہر) ایک غلام آزاد کرے ------ اور جو غلام نہ پاتا ہو وہ مسلسل دو مہینے کے روزے رکھے ----- اور جو اس کی قدرت نہ رکھتا ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔"

ایسے ہی کفّارے حج کے سلسلے میں بھی بعض کوتاہیوں کے معاملہ میں تجویز کئے

گئے ہیں (البقرہ: ۱۹۶ - المائدہ : ۹۵) اور ایسا ہی فدیہ روزوں کے معاملہ میں مقرر کیا گیا ہے (البقرہ : ۱۸۴)

۱۳- انفاق کے مقبول ہونے کی لازمی شرائط

لیکن یہ خرچ قرآن کی رُو سے صرف اسی صورت میں راہِ خدا کا خرچ قرار پا سکتا ہے جب کہ اس میں خود غرضی نہ ہو، ریا کاری اور نمائش نہ ہو، احسان جتانے اور اذیّت دینے کی کوئی کوشش نہ ہو، اپنا بدتر مال چھانٹ کر نہ دیا جائے بلکہ عمدہ اور بہتر مال دیا جائے، اور اس میں اللہ کی محبت اور اس کی خوشنودی کے سوا کوئی مقصود پیشِ نظر نہ ہو:

"وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا" (النساء : ۳۸)

"(اور اللہ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا) جو اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اللہ اور یومِ آخر پر ایمان نہیں رکھتے، جس شخص کا رفیق شیطان ہوا اس کو بہت ہی بُرا رفیق ملا۔"

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ" (البقرہ : ۲۶۴)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے صدقات احسان جتا کر اور اذیّت دیکر اس شخص کی طرح ضائع نہ کر دو جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یومِ آخر پر ایمان نہیں رکھتا۔"

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ط وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ٥ (البقرہ: ۲۶۲ - ۲۶۳)

"جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر اپنے خرچ کے بعد نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ اذیت دیتے ہیں، انہی کے لئے اجر ہے ان کے رب کے پاس اور ان کے لئے کسی خوف اور غم کا موقع نہیں ہے ایک بھلی بات اور ایک درگزر کا فعل بہتر ہے اس صدقہ سے جس کے پیچھے اذیت ہو، اور اللہ بے نیاز اور بُردبار ہے۔"

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ٥ (البقرہ: ۲۶۷)

"اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، اللہ کی راہ میں خرچ کرو اُن عمدہ چیزوں میں سے جو تم نے کمائی ہیں اور جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالی ہیں۔ ردّی چیزیں چھانٹ کر اللہ کی راہ میں نہ دو، حالانکہ اگر وہ تمہیں دی جائیں تو تم ہرگز انہیں نہ لو اِلّا یہ کہ اغماض برت جاؤ۔ خوب جان لو کہ اللہ بے نیاز ہے اور بہترین صفات رکھتا ہے۔"

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ج وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ط وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (البقرہ: ۲۷۱)

"اگر علانیہ صدقات دو تو یہ بھی اچھا ہے، لیکن اگر چھپا کر حاجت مند لوگوں کو دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور تمہاری بہت سی بُرائیوں کو دُور کرنیوالا ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔"

۱۴۔ انفاق فی سبیل اللہ کی اصل حیثیت

یہ راہِ خدا کا خرچ، جسے قرآن کبھی انفاق، کبھی انفاق فی سبیل اللہ، کبھی صدقہ اور کبھی زکوٰۃ کے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے، محض ایک نیکی اور خیرات نہیں ہے بلکہ ایک عبادت اور اسلام کے پانچ ارکان —— ایمان، نماز، زکوۃ، روزہ اور حج —— میں سے تیسرا رُکن ہے۔ قرآن مجید میں ۳۷ مقامات پر اس کا اور نماز کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور پورے زور کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ یہ دونوں چیزیں لازمۂ اسلام اور مدارِ نجات ہیں[1] وہ کہتا ہے کہ زکوۃ ہمیشہ سے اسلام کا رُکن رہی ہے:

"وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ" (الانبیاء: ۷۳)

"اور اُن کو (ابراہیم، لوط، اسحاق اور یعقوب علیہم السّلام کو) ہم نے

---

[1] مثال کے طور پر قرآن مجید کے حسبِ ذیل مقامات ملاحظہ ہوں:
البقرہ، آیات ۳ - ۴۳ - ۸۳ - ۱۱۰ - ۱۷۷ - ۲۷۷ - النساء: ۷۷ - ۱۶۲ - المائدہ ۱۲ - ۵۵ - الانفال: ۳ - التوبہ: ۵ - ۱۱ - ۱۸ - ۷۱ - الرعد: ۲۲ - ابراہیم: ۳۱ مریم: ۳۱ - ۵۵ - الانبیاء: ۷۳ - الحج: ۳۵ - ۴۱ - ۷۸ - المومنون: ۲ - النور: ۳۷ - ۵۶ - النمل: ۳ لقمان: ۴ - الاحزاب: ۳۳ - فاطر: ۲۹ - الشوریٰ: ۳۸ - المجادلہ: ۱۳ - المعارج: ۲۳ المزمل: ۲۰ - المدثر: ۴۳ - البیّنہ: ۵ - الماعون ۵ -

پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے اور ان کی طرف ہم نے نیک کاموں کا اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم بھیجا اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔"

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاۗءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝

(البیّنہ : ۵)

"اور اہلِ کتاب کو اس کے سوا کسی چیز کا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں دین کو اللہ کے لئے خالص کر کے، یکسو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی صحیح دین ہے۔"

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝ (مریم: ۵۴ - ۵۵)

"اور ذکر کرو اس کتاب میں اسمٰعیلؑ کا، وہ وعدے کا سچا اور رسول نبی تھا اور وہ اپنے متعلقین کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا، اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ آدمی تھا۔"

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف... وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط (البقرہ: ۸۳)

"اور یاد کرو، ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو گے ۔۔۔۔ اور یہ کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔"

قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ط اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۝ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ

مَا دُمۡتُ حَیًّا ۝ (مریم : ۳۰ - ۳۱)

"(عیسیٰ ابن مریم نے) کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا اور مجھ کو برکت والا بنایا جہاں بھی میں رہوں، اور مجھے ہدایت دی کہ جب تک زندہ رہوں نماز اور زکوٰۃ کا پابند رہوں۔"

اسی طرح یہ زکوٰۃ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں بھی دین اسلام کا ایک رُکن ہے۔ مسلم ملت میں کسی شخص کے شامل ہونے کے لئے جس طرح ایمان اور نماز ضروری ہے اسی طرح زکوٰۃ بھی ضروری ہے :

مِلَّةَ اَبِیۡکُمۡ اِبۡرٰهِیۡمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ......
فَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعۡتَصِمُوۡا بِاللّٰهِ ؕ (الحج : ۷۸)

"(اللہ نے تمہارے لئے) تمہارے باپ ابراہیم کا طریقہ مقرر کیا ہے، اسی نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے۔ ... پس نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کا دامن مضبوطی سے تھامے رہو۔"

ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۛۚ فِیۡهِ ۛۚ هُدًى لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ۝ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ وَیُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ۝

(البقرہ : ۲-۳)

"یہ اللہ کی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ راہ بتانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو جو بے دیکھے ماننے والے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ ..
الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا (الانفال : ۲-۳-۴)

"مومن تو وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر ان کے سامنے کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ جاتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس رزق میں سے خرچ کرتے ہیں جو ہم نے انہیں دیا ہے۔ یہی لوگ حقیقت میں مومن ہیں"۔

"اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝"

(المائدہ : ۵۵)

"تمہارے رفیق تو اللہ اور اللہ کا رسولؐ اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں، جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ خدا کے سامنے جھکنے والے ہیں"۔

"فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ" (التوبہ : ۱۱)

"پس اگر (مشرکین اپنے شرک سے) توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہو جائیں گے"۔

یہ زکوٰۃ صرف معاشرے کی بھلائی ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ خود زکوٰۃ دینے والوں کی اپنی رُوحانی ترقی اور اس کے اخلاق کی درستی اور ان کی فلاح و نجات کے لئے بھی ضروری ہے۔ یہ ایک ٹیکس نہیں ہے بلکہ نماز کی طرح ایک عبادت ہے۔ انسان کی اِصلاحِ نفس کے لیے قرآن جو دستور العمل دیتا ہے، یہ اس کا ایک لازمی جُزء ہے:

"خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ" (التوبہ : ۱۰۳)

"(اے نبیؐ) ان کے اموال میں سے ایک صدقہ وصول کر کے انھیں پاک کرو اور ان میں اوصافِ حمیدہ کو نشو و نما دو، اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو، تمہاری دعا ان کے لئے باعثِ تسکین ہو گی"۔

"لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۵"

(آلِ عمران : ۹۲)

"تم نیکی کا مقام کبھی نہ پا سکو گے جب تک کہ اپنی محبوب چیزیں خرچ نہ کرو۔"

"وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۵" (التغابن : ۱۶)

"اور خرچ کرو، یہ تمہارے اپنے ہی لئے بہتر ہے، اور جو دل کی تنگی سے بچ گیا، ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

۱۵۔ لازمی زکوٰۃ اور اس کی شرح

قرآن نے اس تعلیم و ہدایت سے معاشرے کے افراد میں رضا کارانہ انفاق فی سبیل اللہ کی ایک عام رُوح پھونک دینے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت کی کہ آپ کم سے کم انفاق کی ایک حد مقرر کر کے ایک فریضہ کے طور پر اسلامی ریاست کی طرف سے اس کی تحصیل اور تقسیم کا انتظام کریں :

"خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ..." (التوبہ : ۱۰۳)

"(اے نبیؐ) ان کے اموال میں سے ایک صدقہ وصول کرو۔"

یہ "ایک صدقہ" کا لفظ اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ عام صدقات جو فرداً فرداً بطور خود لوگ دیتے ہیں، اُن کے علاوہ ایک خاص مقدارِ صدقہ اُن پر فرض کر دی جائے اور اس کا تعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود کریں)۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اقسام کی ملکیتوں کے بارے میں ایک کم سے کم حد مقرر فرما دی جس سے کم پر فرض زکوٰۃ عائد نہ ہو گی، پھر بقدر نصاب یا اس سے زائد ملکیتوں

پر مختلف اموال کے معاملہ میں زکوٰۃ کی حسبِ ذیل شرح مقرر فرمائی[1] :

(۱) سونے چاندی اور زرِ نقد کی صورت میں جو دولت جمع[2] ہو اس پر ۲½ فیصد سالانہ۔

(۲) زرعی پیداوار پر، جبکہ وہ بارانی زمینوں سے ہو ۱۰ فیصد

(۳) " " جبکہ وہ مصنوعی آب پاشی سے ہو ۵ فیصد

(۴) معدنیات پر جبکہ وہ نجی ملکیت میں ہوں، اور دفینوں پر ۲۰ فیصد

(۵) مواشی پر، جو افزائش نسل اور فروخت کی غرض سے پالے جائیں، زکوٰۃ کی شرح بھیڑ بکری، گائے، اونٹ وغیرہ جانوروں کے معاملے میں مختلف ہے جس کی تفصیل کتبِ فقہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

یہ مقدارِ زکوٰۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے اسی طرح مسلمانوں پر فرض کی ہے جس طرح روزانہ پانچ وقت کی چند رکعت نمازیں آپؐ نے اس کے حکم سے فرض کی ہیں۔ دینی فریضے اور لزوم کے اعتبار سے ان دونوں کی اہمیت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ قرآن مجید اس بات کو اسلامی حکومت کے بنیادی مقاصد میں شمار کرتا ہے کہ وہ نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کرے :

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِؕ (الحج : ۴۱)

"(یہ اہلِ ایمان، جن کو دفاعی جنگ کی اجازت دی جا رہی ہے، وہ لوگ ہیں)

---

[1] الشوکانی، نیل الاوطار، ج ۴، ص ۹۸-۱۲۶، مصطفیٰ البابی، مصر، ۱۳۴۷ھ

[2] بعد میں یہ طے کیا گیا کہ تجارتی اموال پر بھی ۲½ فیصد سالانہ کے حساب سے زکوٰۃ عائد کی جائے۔ الشوکانی، ج ۴، ص ۱۱۷۔ تجارتی زکوٰۃ کا یہ اصول ان کارخانوں پر بھی عائد ہوگا جو فروخت کے لئے مختلف قسم کے سامان تیار کرتے ہیں۔

جنہیں اگر ہم نے زمین میں اقتدار بخشا تو یہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دینگے نیکی کا حکم دیں گے اور بدی سے روکیں گے"۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ ۔ ۔ ۔ ۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (النور: ۵۵-۵۶)

"اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے یہ وعدہ کیا ہے کہ انھیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ ۔ ۔ ۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رسولؐ کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے"۔

لیکن جیسا کہ اوپر کی آیات پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے، فرض زکوٰۃ کی تحصیل اور تقسیم کا انتظام اگرچہ اسلامی حکومت کے فرائض میں شامل ہے، مگر اسلامی حکومت نہ ہونے کی صورت میں، یا مسلم حکومت کے اس طرف سے غفلت برتنے کی صورت میں مسلمانوں پر سے یہ فرض ساقط نہیں ہو جاتا، بالکل اسی طرح جس طرح نماز کا فرض ساقط نہیں ہوتا۔ کوئی اگر وصول کرنے اور تقسیم کرنے والا نہ ہو تو ہر صاحبِ نصاب مسلمان کو خود اپنے مال سے زکوٰۃ نکالنی اور تقسیم کرنی چاہیے۔

۱۶۔ اموالِ غنیمت کا خُمس

فرض زکوٰۃ عائد کرنے سے جو فنڈ فراہم ہوتا ہے اس پر قرآن نے ایک اور مد کا اضافہ بھی کیا ہے اور وہ ہے اموالِ غنیمت کا ایک حصہ۔ قرآن نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ ہر لڑائی میں جو غنیمت کا مال فوج کے ہاتھ آئے اسے سپاہی بطورِ خود نہ لوٹ لیں بلکہ سب کچھ لا کر اپنے کمانڈر کے حوالہ کر دیں، اور کمانڈر اس کے پانچ حصے کر کے ۴ حصے ان سپاہیوں میں تقسیم کرے جنہوں نے معرکے میں حصہ لیا ہو،

اور پانچواں حصّہ الگ کر کے حکومت کے حوالہ کر دے :

"وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ"

(الانفال : ۴۱)

"تم کو معلوم ہو کہ جو کچھ بھی غنیمت تم حاصل کرو اس کا پانچواں حصّہ اللہ اور رسولؐ اور قرابت[۱] داروں اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافر کے لئے ہے۔"

۱۷۔ مصارفِ زکوٰۃ

ان دونوں مدّات سے جو مال حاصل ہو وہ قرآن کی رُو سے خزانۂ عامّہ کا کوئی حصّہ نہیں ہے جس کا مقصد زکوٰۃ دینے والوں سمیت تمام لوگوں کے لئے آسائشیں اور ضروری خدمات بہم پہنچانا ہوتا ہے، بلکہ قرآن نے اسے حسبِ ذیل مصارف کے لئے مخصوص کیا ہے :

---

[۱] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں غنیمت کے خمس میں سے ایک حصّہ خود حضورؐ اپنی اور اپنے متعلقین کی ضروریات کے لئے لیتے تھے۔ کیونکہ زکوٰۃ میں آپؐ کا اور آپؐ کے رشتہ داروں کا کوئی حصّہ نہ تھا۔ لیکن آپؐ کی وفات کے بعد اس امر میں اختلاف ہوا کہ رسولؐ اور قرابت داروں کا حصّہ کس کو دیا جائے۔ بعض لوگوں کی رائے یہ تھی کہ یہ حصّہ آنحضرتؐ کے لئے سربراہِ مملکت ہونے کی حیثیت سے تھا اور اب یہ آپؐ کے خلیفہ اور اس کے متعلقین کا حق ہے۔ بعض دوسرے لوگوں کی رائے تھی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپؐ ہی کے متعلقین کا حق ہے۔ آخر کار اس بات پر اتفاق ہوا کہ وہ حصّہ جو آنحضرتؐ اور ان کے متعلقین کے لئے تھا، اب اسلامی حکومت کی جنگی ضروریات کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ (الجصّاص، ج ۳، ص ۷۵ تا ۷۷)

"اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ"

(التوبہ : ۶۰)

"صدقات تو مخصوص ہیں فقراء[۱] کے لئے اور مساکین[۲] کے لئے اور اُن لوگوں کے لئے جو صدقات کی تحصیل و تقسیم کا کام کریں، اور اُن کے لئے جن کی تالیف قلب مطلوب[۳] ہو، نیز وہ صرف ہونے چاہئیں غلاموں کی گردنیں

۱؎ فقر کے اصل معنی حاجت کے ہیں اور فقیر ہر وہ شخص ہے جو اپنی ضرورت سے کم معاش پانے کے باعث مدد کا محتاج ہو (لسان العرب، ج ۵، ص ۶۰ - ۶۱، بیروت ۱۹۵۶ء)۔

۲؎ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ مسکین وہ شخص ہے جو کما نہ سکتا ہو یا کمانے کا موقع نہ پاتا ہو، (الجصّاص، ج ۳، ص ۱۵۱)۔ اس تعریف کی رُو سے تمام وہ غریب بچے جو ابھی کمانے کے قابل نہ ہوئے ہوں، اور اپاہج اور بوڑھے جو کمانے کے قابل نہ رہے ہوں، اور بے روزگار یا بیمار جو عارضی طور پر کمانے کے موقع سے محروم ہو گئے ہوں، مسکین ہیں۔

۳؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تین قسم کے لوگوں کو تالیفِ قلب کے لئے روپیہ دیا جاتا تھا: (۱) جو مخالفینِ اسلام کمزور مسلمانوں کو تکلیفیں دیتے یا اسلام کی عداوت میں سخت تھے انھیں روپیہ دے کر نرم رویّہ اختیار کرنے پر آمادہ کیا جاتا تھا۔ (۲) جو لوگ اپنی قوم یا قبیلے کے لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے زبردستی روکتے تھے انھیں روپیہ دے کر اِس روش سے باز آجانے پر آمادہ کیا جاتا تھا۔ (۳) جو لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوتے تھے ان کی مالی مدد کی جاتی تھی تاکہ ان کا اضطراب رفع ہو اور وہ مطمئن ہو کر مسلمانوں کے گروہ میں رہیں۔
(الجصّاص، ج ۳، ص ۱۵۲)

چھڑانے[1] میں، قرض داروں کی مدد میں، اللہ کی راہ میں[2] اور مسافروں کی خبر گیری[3] میں، اللہ کی طرف سے ایک فریضہ کے طور پر۔"

۱۸۔ تقسیمِ میراث کا قانون

کسی مرد یا عورت کی وفات پر اس کے متروکہ مال کے متعلق قرآن کا قانون یہ ہے کہ یہ مال اس کے والدین، اس کی اولاد، اور اس کی بیوی یا شوہر کے درمیان ایک مقرر نسبت کے ساتھ تقسیم کیا جائے۔ اور اگر والدین اور اولاد نہ ہوں تو اس کے حقیقی اور علاّتی اور اخیافی (یعنی صرف ماں شریک اور صرف باپ شریک) بھائی بہنوں کو حصّہ دیا جائے۔ اس کے متعلّق مفصل احکام سورۂ نساء میں بیان

---

[1] اس سے مراد وہ مسلمان بھی ہیں جو لڑائیوں میں دشمنوں کے ہاتھ گرفتار ہو کر غلام بنالئے جاتے تھے، اور وہ غیر مسلم بھی جو مسلمانوں کے ہاں جنگ میں گرفتار ہو کر آتے اور فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ نیز وہ غلام بھی مراد ہیں جو پہلے سے غلام چلے آرہے تھے۔

[2] اللہ کی راہ سے مراد جہاد اور حج ہے۔ جہاد میں جانے والا رضا کار اگر اپنی ضروریات کی حد تک مالدار بھی ہو تب بھی وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے، کیونکہ جہاد کے لئے تیاری کرنے اور سفر وغیرہ کے مصارف بہم پہنچانے کے لئے آدمی کا ذاتی مال کافی نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح حج کے سفر میں اگر آدمی کا زادِ راہ ختم ہو جائے تو وہ بھی زکوٰۃ کا مستحق ہے (الجصاص، ج ۳، ص ۱۵۶-۵۷۔ نیل الاوطار ج ۴، ص ۱۴۴-۴۶)۔

[3] مسافر اپنے گھر پر چاہے مالدار بھی ہو، لیکن حالتِ سفر میں اگر وہ مدد کا محتاج ہو جائے تو اسے زکوٰۃ لینے کا حق پہنچتا ہے (الجصاص، ج ۳، ص ۱۵۷)۔

ہوئے ہیں[1] (ملاحظہ ہو آیت ۷ تا ۱۲، اور آیت ۱۷۶)۔ یہاں ہم بخوف طوالت انھیں نقل نہیں کرتے۔

اس معاملہ میں قرآن نے جو اصول اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ جو مال ایک شخص کی زندگی میں یکجا مرتکز ہو گیا ہو وہ اس کے مرنے کے بعد مرتکز نہ رہنے دیا جائے بلکہ اس کے قرابت داروں میں پھیلا دیا جائے۔ یہ اصول توریثِ خلفِ اکبر اور مشترک خاندانی جائداد

اور ایسے ہی دوسرے طریقوں کے برعکس ہے جن کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مرتکز شدہ دولت مرنے والے کے بعد بھی مرتکز ہی رہے۔

اسی طرح قرآن متبنّیٰ بنانے کے طریقے کو بھی رد کر دیتا ہے اور یہ قاعدہ مقرر کرتا ہے کہ جو لوگ واقعی رشتہ دار ہیں میراث میں حق انہی کا ہے، کسی غیر آدمی کو بیٹا بنا کر مصنوعی طور پر وارث نہیں بنایا جا سکتا:

"وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَکُمْ اَبْنَآءَکُمْ ط ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاهِکُمْ ط"

(الاحزاب: ۴)

"اللہ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا ہے، یہ تو ایک بات ہے جو تم بس اپنے منہ سے نکالتے ہو۔"

---

[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قانون کی جو تشریح فرمائی ہے اس کی رو سے قریب ترین رشتہ داروں کی غیر موجودگی میں میراث قریب تر رشتہ داروں کو پہنچے گی اور ان کی غیر موجودگی میں بدرجۂ آخر اسے ان لوگوں میں تقسیم کیا جائے گا جو غیروں کی بہ نسبت میّت سے کوئی قرابت رکھتے ہوں۔ لیکن اگر کوئی رشتہ دار سرے سے موجود ہی نہ ہو تو پھر یہ مال اسلامی حکومت کے خزانہ میں داخل ہوگا (نیل الاوطار، ج ۶، ص ۴۷-۵۶)۔

"وَ أُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ" (الاحزاب: ٦)

"اور رشتہ دار ہی اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔"

لیکن حقیقی وارث رشتہ داروں کے حقوق کی پوری طرح حفاظت کردینے کے بعد قرآن اُن کو یہ ہدایت کرتا ہے کہ تقسیم میراث کے موقع پر جو غیر وارث رشتہ دار آئیں ان کو بھی وہ اپنی خوشی سے کچھ نہ کچھ دیں:

"وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ٥ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ" (النساء: ۸-۹)

"اور جب تقسیم کے موقع پر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین لوگ آئیں تو اِن کو بھی اس میں سے کچھ دو اور ان سے اچھی طرح بات کرو۔ لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑ رہے ہوتے تو انھیں کیسے کیسے اندیشے لاحق ہوتے، پس چاہیئے کہ لوگ اللہ سے ڈریں۔"

۱۹۔ وصیّت کا قاعدہ

قرآن مجید وراثت کا قانون مقرر کرنے کے ساتھ آدمی کو یہ ہدایت بھی دیتا ہے کہ وہ مرنے سے پہلے اپنے ترکے کے بارے میں وصیت کردے:

"كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ٥" (البقرہ: ۱۸۰)

"تم پر لکھ دیا گیا کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آئے اور وہ کافی مال چھوڑ رہا ہو تو والدین اور رشتہ داروں کے لئے جائز طریقہ پر وصیّت کردے، یہ حق ہے پرہیزگاروں پر۔"

”اس حکم کا منشاء یہ ہے کہ ایک تو مرنے والا خصوصیت کے ساتھ اپنے والدین کے حق میں اپنی اولاد کو حسنِ سلوک کی وصیت کر جائے، کیونکہ ان سے بوڑھے دادا دادی کی خدمت کی توقع کم ہی کی جا سکتی ہے۔ دوسرے ان کے خاندان میں جو افراد ایسے ہوں جنہیں قانون کے مطابق میراث میں سے حصّہ نہیں پہنچتا، مگر مرنے والا انھیں مدد کا مستحق سمجھتا ہو تو انھیں اپنے ترکے میں سے حصّہ دینے کی وصیت کر دے۔ اس کے علاوہ ایک شخص اگر بہت مال چھوڑ رہا ہو تو وہ رفاہِ عام کے کاموں کے لئے بھی وصیت کرنے کا مجاز ہے۔ کیونکہ مذکورۂ بالا آیت کا منشا یہ نہیں ہے کہ وصیت کی اجازت صرف والدین اور رشتہ داروں تک ہی محدود رہے۔[۱]

وصیّت اور میراث کے اس قانون سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ شخصی املاک کے ترکوں کے معاملہ میں اسلامی اسکیم یہ ہے کہ دو تہائی تو لازماً قانونِ میراث کے مطابق تقسیم ہو، اور ایک تہائی مرنے والے کے اختیارِ تمیزی پر چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ جس غرض کے لئے چاہے اسے صرف کرنے کی وصیت کر دے، بشرطیکہ وہ جائز طریقے پر ہو یعنی وہ کام بھی جائز ہو جس کے لئے وصیت کی گئی ہے اور اس میں کسی کی حق تلفی بھی نہ ہو۔[۲]

---

[۱] نیل الاوطار، ج ۶، ص ۳۲-۳۳۔ اس معاملہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح سے قرآن کا جو منشاء معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کے لئے اپنے رشتہ داروں کو غریب و محتاج چھوڑ کر رفاہِ عام پر خرچ کرنے کی وصیت کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔ نیل الاوطار میں بخاری و مسلم اور دوسری کتبِ حدیث سے آنحضرتؐ کے جو الفاظ نقل کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ: ”تیرا اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ تو انھیں اس حال میں چھوڑے کہ وہ محتاج ہوں اور لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں“۔

[۲] وصیّت کے قانون کی تشریح کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حقِ وصیّت پر تین حدود (بقیہ صفحہ)

۲۰- نادان لوگوں کے مفاد کی حفاظت

جو لوگ خفیف العقل ہونے کی وجہ سے اپنی املاک میں صحیح تصرّف نہ کر سکتے ہوں اور ان کو ضائع کر رہے ہوں، یا بجا طور پر اندیشہ ہو کہ ضائع کر دیں گے، ان کے بارے میں قرآن ہدایت کرتا ہے کہ ان کی املاک ان کے اختیار میں نہ دی جائیں، بلکہ وہ ان کے سرپرست یا قاضی کے انتظام میں رہیں، اور انہیں صرف اس وقت سونپی جائیں جب اس امر کا اطمینان ہو جائے کہ وہ اپنے معاملات کو ٹھیک طرح سنبھال سکیں گے:

"وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَإِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ۚ" (النساء: ۵-۶)

"اور اپنے اموال جنہیں اللہ نے تمہارے لئے زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے نادان لوگوں کے حوالہ نہ کرو۔ البتہ انھیں اس میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے معقول بات کرو۔ اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں اور تم ان میں ہوشمندی محسوس کرو تو ان کے مال انکے حوالہ کر دو۔"

اس آیت میں ایک اہم نکتہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ شخصی املاک اگرچہ اُن اشخاص ہی

(بقیہ صفحہ) عائد کیے ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی زیادہ سے زیادہ اپنے ایک تہائی مال کی حد تک وصیت کے اختیارات استعمال کر سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جن لوگوں کو از روئے قانون وراثت کا حصہ پہنچتا ہو ان کے لیے کوئی وصیت دوسرے وارثوں کی رضامندی کے بغیر نہیں کی جا سکتی۔ تیسرے یہ کہ کسی وارث کو وراثت سے محروم کرنے یا اس کے حصّہ میں کمی کرنے کی وصیت نہیں کی جا سکتی (نیل الاوطار ج ۶، ص ۱۳۱ تا ۱۳۵)۔

کی مِلک ہیں جو اُن پر قانوناً حق ملکیت رکھتے ہوں، لیکن وہ بالکلیہ انہی کی نہیں ہیں بلکہ ان کے ساتھ اجتماعی مفاد بھی وابستہ ہے۔ اسی بنا پر قرآن اَمْوَالُھُمْ (ان کے مال) کہنے کے بجائے اَمْوَالَکُمْ (تمہارے مال) کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ اور اسی بنیاد پر وہ سرپرستوں اور قاضیوں کو یہ اختیار دیتا ہے کہ جہاں شخصی املاک میں بے جا تصرف سے معاشرے کا اجتماعی نقصان کیا جا رہا ہو، یا ایسے نقصان کا معقول اندیشہ ہو، وہاں مالک کے حق ملکیت اور حق انتفاع کو برقرار رکھتے ہوئے اس کا حق تصرّف اپنے ہاتھ میں لے لیں[۱]۔

۲۱۔ سرکاری املاک میں اجتماعی مفاد کا لحاظ

جو جائدادیں اور اموال اور آمدنیاں حکومت کی مِلک ہوں، ان کے بارے میں قرآن ہدایت کرتا ہے کہ ان کا صَرف محض دولت مند طبقوں کے مفاد میں نہیں بلکہ عام لوگوں کے مفاد میں ہونا چاہیے، اور خصوصیت کے ساتھ ان کے صَرف میں معاشرے کے کمزور طبقات کی بھلائی کا زیادہ لحاظ رکھا جانا چاہیئے:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ .... لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ .... وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ .... وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (الحشر: ۷ تا ۱۰)

"جو کچھ پھیر دے اللہ اپنے رسولؐ کی طرف بستیوں کے لوگوں سے وہ اللہ کے

---

[۱] ابن العربی، احکام القرآن، ج ۱، ص ۱۳۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن، ج ۱، ص ۴۵۲۔ الجصّاص، احکام القرآن، ج ۲، ص ۷۲۔۷۳۔

لئے ہے اور رسولؐ کے لئے[1] اور قرابت داروں کے لئے[2] اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کے لئے، تاکہ یہ مال صرف تمہارے مالداروں ہی میں چکّر نہ لگاتا رہے ۔۔۔۔ نیز وہ ان غریب مہاجرین کے لئے بھی ہے جو اپنے گھروں اور جائدادوں سے نکال دیئے گئے ہیں ۔۔۔۔ اور وہ ان انصار کا حق بھی ہے جو مہاجرین کے آنے سے پہلے ایمان کے ساتھ دارالاسلام میں مقیم تھے ۔۔۔۔ اور اس میں بعد کے آنے والوں کا حق بھی ہے"۔

۲۲۔ ٹیکس عائد کرنے کے متعلق اسلام کا اصولی ضابطہ

ٹیکس عائد کرنے کے بارے میں قرآن اس اصول کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ ٹیکسوں کا بار صرف ان لوگوں پر پڑنا چاہیئے جو اپنی ضرورت سے زیادہ مال رکھتے ہوں اور ان کی دولت کے بھی صرف اس حصّے پر یہ بار ڈالا جانا چاہیئے جو اِن کی ضرورت سے زیادہ بچتا ہو :

"وَيَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۖ قُلِ الْعَفْوَ" (النسار : ۲۱۹)

"وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں، کہو جو کچھ تمہاری ضرورت سے بچے"۔

اسلامی نظامِ معیشت کی خصوصیات

قرآن کے اِن ۲۲ نکات میں انسان کی معاشی زندگی کے لئے جو اسکیم مرتّب کی گئی

---

[1] اس سے مراد اسلامی ریاست کے نظم ونسق اور دفاع کے مصارف ہیں۔ اسی مدّ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اور آپؐ کے خلفاء اپنا گزارہ لیتے تھے اور اپنے عمّال (باستثناء عاملینِ زکوٰۃ) کی تنخواہیں بھی دیتے تھے۔ عاملینِ زکوٰۃ کی تنخواہیں خود مالِ زکوٰۃ میں سے دی جاتی تھیں۔

[2] تشریح کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ا صفحہ نمبر ۴۴ بعنوان مصارفِ زکوٰۃ۔

ہے اس کے بنیادی اصول اور نمایاں خصائص یہ ہیں:

۱ - یہ اسکیم معاشی انصاف ایسے طریقے سے قائم کرتی ہے جس سے ایک طرف ہر طرح کے معاشی ظلم اور بے جا استحصال کا سدِ باب بھی ہو اور دوسری طرف معاشرے میں اخلاقی فضائل کا نشو و نما بھی ہو سکے۔ قرآن کے پیشِ نظر ایسا معاشرہ بنانا نہیں ہے جس میں کوئی کسی کے ساتھ خود نیکی نہ کر سکے اور افراد کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا ہر کام ایک اجتماعی مشین کے ذریعہ سے ہوتا رہے، کیونکہ اس طرح کے معاشرے میں اخلاقی فضائل کے نشو و نما کا کوئی امکان نہیں رہتا۔ قرآن اس کے برعکس وہ معاشرہ بناتا ہے جس میں افراد ایک دوسرے کے ساتھ وفا کارانہ اور بے غرضانہ فیاضی، ہمدردی اور احسان کا برتاؤ کریں اور اس کی بدولت ان کے درمیان آپس کی محبت فروغ پائے۔ اس غرض کے لئے وہ زیادہ تر انحصار لوگوں کے اندر ایمان پیدا کرنے اور ان کو تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے بہتر انسان بنانے کی تدبیروں پر کرتا ہے۔ پھر جو کسر باقی رہ جاتی ہے اس کو پورا کرنے کے لئے وہ ان جبری احکام سے کام لیتا ہے جو اجتماعی فلاح کے لئے ناگزیر ہیں۔ (نکات نمبر ۸ تا ۱۳- اور ۱۵ تا ۱۹)

۲ - اس میں معاشی اقدار کو اخلاقی اقدار سے الگ رکھنے کے بجائے دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ کیا گیا ہے اور معیشت کے مسائل کو مجرد معاشی نقطۂ نظر سے لے کر حل کرنے کے بجائے انھیں اس مجموعی نظامِ حیات کے تناسب میں رکھ کر حل کیا گیا ہے جس کی عمارت اسلام نے کلیتہً خدا پرستانہ تصورِ کائنات و فلسفۂ اخلاق پر اُستوار کی ہے۔ (نکات ۱-۲-۴-۵)

۳ - اس میں زمین کے معاشی وسائل و ذرائع کو نوعِ انسانی پر خدا کا فضل عام قرار دیا گیا ہے، جس کا تقاضا یہ ہے شخصی، گروہی یا قومی اجارہ داریوں کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے اور اس کے بجائے خدا کی زمین پر بنی نوع انسان کو اکتسابِ رزق کے زیادہ

سے زیادہ ممکن حد تک کھلے مواقع دیئے جائیں۔ (نکتہ نمبر ۵)

۴۔ اس میں افراد کو شخصی ملکیت کا حق دیا گیا ہے مگر غیر محدود نہیں۔ فرد کے حق ملکیت پر دوسرے افراد اور معاشرے کے مفاد کی خاطر ضروری پابندیاں عائد کرنے کے ساتھ یہ اسکیم ہر فرد کے مال میں اس کے اقربا، ہمسایوں، دوستوں، حاجت مند اور کم نصیب انسانوں اور مجموعی طور پر پورے معاشرے کے حقوق بھی قائم کرتی ہے۔ ان حقوق میں سے بعض جبری طور پر قابلِ تنقید ہیں اور بعض کو سمجھنے اور ادا کرنے کے لئے خود افراد کو ذہنی و اخلاقی تربیت کے ذریعہ سے تیار کرنے کا انتظام کیا گیا ہے (نکات ۳۔ ۵۔ ۷ تا ۱۵۔ ۱۷۔ ۱۹۔ ۲۰)

۵۔ انسانی زندگی کے معاشی نظام کو چلانے کی فطری صورت اس اسکیم کی رُو سے یہ ہے کہ افراد اسے آزادانہ سعی و جہد کے ذریعہ سے چلائیں اور ترقی دیں۔ لیکن یہ آزادانہ سعی و جہد اس میں بے قید نہیں رکھی گئی ہے بلکہ معاشرے کی اور خود اُن افراد کی اپنی اخلاقی و تمدنی اور معاشی بھلائی کے لئے اسے بعض حدود سے محدود کیا گیا ہے (نکات ۶۔ ۷۔ ۱۵۔ ۲۲)

۶۔ اِس میں عورت اور مرد دونوں کو ان کی کمائی ہوئی اور میراث یا دوسرے جائز ذرائع سے پائی ہوئی دولت کا یکساں مالک قرار دیا گیا ہے اور دونوں صنفوں کو اپنے حقِ ملکیت سے متمتع ہونے کے یکساں حقوق دیئے گئے ہیں (نکات ۳۔ ۴۔ ۱۸)

۷۔ اس میں معاشی توازن برقرار رکھنے کے لئے ایک طرف تو لوگوں کو بخیلی اور رہبانیت سے روک کر خدا کی نعمتوں کے استعمال پر اُبھارا گیا ہے، اور دوسری طرف انھیں اِسراف اور فضول خرچی اور عیاشی سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے (نکات ۵۔ ۸ تا ۱۰)۔

۸۔ اِس میں معاشی انصاف قائم کرنے کے یہ انتظام کیا گیا ہے کہ دولت کا بہاؤ نہ تو غلط ذرائع سے کسی خاص سمت میں چل پڑے اور نہ جائز ذرائع سے آئی ہوئی دولت کہیں ایک جگہ سمٹ کر بے کار رُکی رہ جائے۔ اس کے ساتھ وہ یہ انتظام بھی کرتی ہے کہ دولت زیادہ سے زیادہ استعمال اور گردش میں آئے اور اس کی گردش سے خصوصیت کے

ساتھ اُن عناصر کو حصّہ ملے جو کسی نہ کسی وجہ سے اپنا مناسب حصّہ پانے سے محروم رہ جاتے ہوں (نکات ۶ تا ۱۰ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۵ - ۱۷ ا تا ۱۹ - ۲۱)

۹۔ یہ اسکیم معاشی انصاف قائم کرنے کے لیے قانون اور ریاست کی مداخلت پر زیادہ انحصار نہیں کرتی۔ چند ناگزیر تدابیر کو ریاست کی ذمّہ داری قرار دینے کے بعد وہ اس مقصد کے لئے اپنی بقیہ تدابیر کا نفاذ افراد کی ذہنی و اخلاقی تربیت اور معاشرے کی اصلاح کے ذریعے سے کرتی ہے تاکہ آزاد سعی و جہد کی معیشت کے منطقی تقاضوں کو برقرار رکھتے ہوئے معاشی انصاف کا مقصد حاصل ہو سکے۔ (نکات ۵ تا ۲۲)

۱۰۔ معاشرے کے مختلف عناصر میں طبقاتی کشمکش پیدا کرنے کے بجائے وہ اس کے اسباب کو ختم کر کے ان کے درمیان تعاون اور رفاقت کی رُوح پیدا کرتی ہے (نکات ۴ - ۶ تا ۱۱ - ۱۲ - ۱۵ تا ۱۷ - ۲۱ - ۲۲)

یہ اصول نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد میں جس طرح عملاً ریاست اور معاشرے کے نظام میں نافذ کیے گئے تھے اس سے ہم کو احکام اور نظائر کی شکل میں مزید تفصیلات حاصل ہوتی ہیں۔ لیکن یہ بحث اس مضمون کے موضوع سے خارج ہے۔ اس کے متعلق حدیث، فقہ، تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں وسیع مواد موجود ہے جس کی طرف تفصیلات کے لئے رجوع کیا جا سکتا ہے۔